کی خلقِ عظیم پر صاد کیا گیا ہے۔ ایک پیغمبر جو اپنے لکھے ہوتے نام تک کو نہ پڑھ سکتا ہو وہ بھلا خود کچھ لکھنے پر کیا قادر ہوگا۔ اس کے باوجود اس نے علم کا ایک بڑا بحرِ ذخار قرآن حدیث کی صورت میں آنے والی نسل کے لئے مستقل کر دیا۔ اس سے بڑا اعجاز اور کیا ہو سکتا ہے اور اسی اعجاز کی داد دینے کے لئے ن والقلم وما یسطرون میں قلم کو اور قرطاس پر ثبت ہونے والے اس کے نقوش کو شاہد بنایا گیا ہے۔ یہ شہادت اسلام میں نوشت وخواند اور قرأت وکتابت کے اعلیٰ مقام کی نشاندہی کرتی ہے قرآن میں قرأت کا لفظ متعدد مفہوموں کے لئے آیا ہے اور یہ سب مفاہیم تعلیم کے تمام پہلوؤں پر صادق آتے ہیں۔

قلم وقرأت کی بنیاد پر جو علوم وفنون حاصل کئے جاسکتے ہیں۔ ان پر بھی نیز وہ علوم بھی جو ہمیشہ سے انسانی ارتقاء کے لئے ضروری سمجھے جاتے رہے ہیں۔ قرآن میں واضح رہنمائی دی گئی ہے اور ان کے تحصیل وتعلیم کو ضروری قرار دیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں سورۂ نور کے دوسرے رکوع کا مطالعہ مفید ہوگا۔

پہلی آیت میں علم حیاتیات کا ذکر کیا گیا ہے۔ دوسری آیت میں نفرت کے سربستہ رازوں کی طرف اشارہ کر کے غور وفکر کی دعوت دی گئی ہے تیسری آیت میں لسانیات اور ان کے اختلافات نیز رنگ ونسل کے ساتھ ان کے خصوصی رشتوں کی طرف توجہ مبذول کراتے ہوئے رنگ ونسل اور زبانوں کے علماء کو دعوت تعلیم وتعلم دی گئی ہے چوتھی آیت میں رات دن کے فرق سے انسان پر پڑنے والے نفسیاتی اثرات کی نشاندہی کر کے اہل سمع وبصر کو حرکت میں لانے کی کوشش کی گئی ہے، پانچویں آیت میں علم موسمیات اور اس کی خصوصیات وتاثرات کی طرف اہلِ عقل کو متوجہ کیا گیا ہے۔ چھٹی آیت کائنات کے نظام اور انسانوں کے انجام سے اس کے مضبوط اور گہرے رشتہ پر روشنی ڈالتی ہے یہ تمام اختیارات جن کو محض دینیات ومذہبیات سمجھ کر نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ دراصل علوم کی مختلف شاخوں سے سودمند استفادہ کی دعوت دیتے ہیں۔ اسی طرح سورہ فاطر کی ۲۷ ویں آیت میں بعض جماداتی اختلافات سے زندگی پر جو اثرات رونما ہوتے ہیں ان کو بیان کر کے ایک بڑی عجیب حقیقت کا

انکشاف کیا گیا ہے وہ ہے انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء یعنی لوگوں میں جو اہلِ علم ہیں وہی خدا سے صحیح طور پر خائف رہتے ہیں۔ ان ہی آیات میں اس کا جواب بھی ملتا ہے کہ تعلیم و تعلم کا مقصد کیا ہونا چاہئے۔ یہ ایسا سوال ہے جس کے جواب سے بہت سے مسائل پر بھی اچھی روشنی پڑے گی۔

بعثتِ نبوی کے بعد دنیا دو سائنسی دوروں سے متعارف ہوئی ہے۔ پہلا دور عباسی خلافت کی دین ہے، دوسرا دور یورپ کے عروج سے وابستہ ہے۔ پہلے سائنسی دور میں بھی نت نئی ایجادات ہوتی رہی ہیں لیکن ان کا رُخ ہمیشہ افادی اور مثبت رہا ہے جب کہ دوسرے دور کی بیشتر ایجادات انسان کے مسائل میں زیادہ تر اضافہ کر رہی ہیں۔ پہلے دور کی یہی خوبی کیا کم ہے کہ اس پر دوسرے دور کی بنیاد رکھی گئی لیکن زمامِ قیادت چونکہ ان ہاتھوں میں منتقل ہو چکی تھی جن کے ہاں تعلیم و تعلم کے اغراض و مقاصد متعین نہیں تھے۔ اس لئے اس دور کے تاریک پہلو نسبتاً زیادہ ہیں۔ پہلے دور کی قیادت وہ علماء و سائنسدان انجام دے رہے تھے جن کے ہاں علم کا طلب کرنا ایک فریضہ تھا اور جیسا کہ ہم پڑھ چکے ہیں کہ فریضہ کی ادائیگی میں اخلاصِ نیت و صفائی قلب، امانت و دیانت اور طہارت و نظافت نیز حق تعالیٰ سے قربت کے احساسات لازمی طور پر پائے جاتے ہیں۔ اس لئے اہلِ اسلام نے اس فریضہ کو انتہائی احتیاط سے ادا کرنے کی کوشش کی۔

انسان تعلیم کسی مقصد سے حاصل کرتا ہے اور پھر مقصد کے تحت ہی اس کا استعمال بھی کرتا ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ اصل چیز مقصد ہوئی تعلیم نہیں۔ مقصد پر سارا دارومدار ہے اس حقیقت کو جھٹلایا نہیں جا سکتا اور مقصد کو سامنے رکھ کر تعلیم و تعلم پر پہرے لگائے جاتے ہیں۔ اسلام اسی حقیقت کے پیشِ نظر تعلیم و تعلم کو سامنے رکھ کر فیصلے دیتا ہے کسی بھی علم کو محض اس وجہ سے حاصل کرنا کہ وہ علم ہے اسلام کے نزدیک ہرگز معیوب نہیں ہے لیکن اسی علم کے حصول کے ساتھ اگر غلط مقصد وابستہ ہو تو اسلام ہرگز روادار نہیں ہوگا۔ یہی رویہ دوسرے علوم و فنون کے ساتھ بھی برتا گیا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان علوم کی تحصیل اور ان کے برتنے کے لئے امت کے لئے

کسی طرح کی ممانعت ثابت نہیں ہوتی۔ صرف مقاصد کے تعلق سے چند رہنما اصول مرحمت فرمائے گئے۔ اور مختلف انسانی ضروریات کے پیش نظر ہر فرد کو ان کی تعلیم و تعلم کا مجاز قرار دیا گیا ہے۔ ارشاد نبوی ہے انتم اعلم بامور دنیا کم "تم اپنے دنیاوی امور کے زیادہ بہتر جاننے والے ہو"۔

ایک حدیث ہے اطلبوا العلم ولو بالصین "علم حاصل کرو خواہ اس کے لئے چین ہی جانا پڑے"۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ آں حضرتؐ کے دور ہی میں جب خالص دینی علوم کے لئے کسی دوسری جگہ جانے کی چنداں احتیاج نہیں تھی۔ تو پھر چین کے ذکر کا مقصد اس کے علاوہ اور کیا ہو سکتا ہے۔ کہ آدمی کو دنیاوی علوم کی تحصیل کے لئے بھی وقت اور مال و مشقت کے صرف کرنے کی ترغیب دی جا رہی ہے۔ یہ حدیث اصولِ حدیث کی رو سے مختلف فیہ ہے لیکن امام رازی اور امام غزالی نیز امام ابن عبدالبر نے بھی اس حدیث سے استناد کیا ہے۔ اور اسی وجہ سے مذکورہ حدیث قابلِ اعتماد ہے۔

غزوہ بدر کے موقع پر جو کفار قید ہوئے تھے، آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی رہائی کے لئے یہی شرط رکھی کہ ان میں سے ہر پڑھا لکھا قیدی کسی مسلمان کو پڑھنا لکھنا سکھائے جب شرط پوری کر دی گئی تو ان کو رہا کر دیا گیا۔

امام رازی نے تعلیم پر بحث کرتے ہوئے احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ علوم کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) علوم شرعیہ اور (۲) علوم غیر شرعیہ۔

علوم شرعیہ سے مراد وہ علوم ہے جو انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے براہِ راست حاصل ہوئے ہیں۔ ان کی طرف عقل کی رہنمائی اس طریقہ سے نہیں ہو سکتی جس طریقہ سے عقل کے ذریعہ علم حساب سکھایا جاتا ہے نہ وہ تجربے حاصل ہوتے ہیں جیسے علمِ طب کی تدوین ہوتی ہے اور نہ محض سننے سے ان کا حاصل کرنا ممکن ہے جیسے علم لغت سے حاصل کیا جاتا ہے۔

اس کے بعد جو علوم غیر شرعیہ ہیں ان میں سے بعض پسندیدہ ہیں اور بعض غیر پسندیدہ اور بعض ایسے ہیں جو صرف درجہ مباح رکھتے ہیں۔